اس بات پر اصرار ہے کہ قرآن مذہبی واردات کے حصول کے لئے یہی راہ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن بعض حالات کی وجہ سے یہ عمل رک گیا۔ فرماتے ہیں۔

"There is definite evidence in the Quran itself to show that Islam aimed at opening up new channels not only of thought but of religious experience as well. Our Magian inheritance, however, has stifled the life of Islam and never allowed the development of its real spirit and aspirations."

"خود قرآن کے اندر شہادت موجود ہے کہ اسلام نہ محض ذہنی بلکہ مذہبی واردات کے لئے بھی نئی راہ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن ہماری مغانہ یعنی عجمی وراثت نے اسلام کی زندگی کو کچل دیا اور اسکی اصل روح اور مقاصد کو ابھرنے کبھی نہیں دیا۔"

مگر موجودہ دور میں سائنسی اور تجرباتی علوم کے غلبے کی وجہ سے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ ہم مذہبی واردات کی اس راہ پر لوٹ آئیں۔ قرآن حکیم مظاہر فطرت کو آیاتِ الٰہی کا نام دے کر انہیں معرفت خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ گردانتا ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"الآیۃ کے معنی علامت ظاہرہ یعنی واضح علامت کے ہیں۔ دراصل آیۃ ہر اس ظاہر شے کو کہتے ہیں جو دوسری ایسی شے کو لازم ہو جو اس کی طرح ظاہر نہ ہو مگر جب کوئی شخص اس شے کا ادراک کرے، اور گو اس نے اصل شے کا بذاتہٖ ادراک نہ کیا ہو، مگر یقین کر لیا جائے کہ اس نے اصل شے کا بھی ادراک کر لیا۔"

امام راغب نے لفظ آیت کی تشریح میں معرفتِ خداوندی کا نکتہ بیان کر دیا ہے

© rasailojaraid.com

یعنی خدا کی ذات کا یقین مظاہر فطرت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کی کارفرمائی کے ادراک سے حاصل کرنا ہے۔ علامہ اقبال اس نکتے کو شعر کی زبان میں یوں بیان کرتے ہیں۔

حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور
کسے خبر کہ تجلّی ہے عین مستوری!

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

ہستی حاضر کند تفسیرِ غیب!! می شود دیباچہ تسخیرِ غیب

سائنس اگر "حاضر" کی تشریح کرتے وقت "غیب" کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تو خدارسی کا ایک مؤثر ذریعہ بن جائے۔

خرد دیکھے اگر دل کی نگاہ سے
جہاں روشن ہے نور لا الٰہ سے
فقط اک گردش شام و سحر ہے
اگر دیکھیں فروغ مہر و ماہ سے

چنانچہ علامہ اقبال مذہبی واردات کے لئے جس نئے منہاج کے متلاشی ہیں وہ سائنس میں تصورِ توحید کی آمیزش سے معرض وجود میں آئے گا۔ اسی سے ہمیں کائنات میں خدا کی کارفرمائی کا یقین افروز ایمان حاصل ہوگا اور ہم رفتہ رفتہ اس کی محبت کے لذت گیر بن جائیں گے۔ اس غرض کے لئے ہمارے علماء اور صوفیاء کو سائنسی انکشافات سے گہری واقفیت پیدا کرکے انہیں معرفت الٰہیہ کے وسیلے کے طور پر اپنانا ہوگا اور دوسری طرف ہمارے سائنسدانوں اور سائنس کے اساتذہ کو سائنسی انکشافات کو خدا کی نشانیوں کے طور پر دیکھنا اور سمجھنا ہوگا اور اس طرزِ فکر کو اپنی گفتار و تحریر میں اس حد تک سمونا ہوگا کہ سائنس پر ہر لیکچر اور ہر تحریر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے وہی کام دے جو کسی وقت میں صوفیا کے مراقبے اور مکاشفے دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نچھاور کرے کہ انہوں نے علامہ اقبال کے اس نکتے کو خوب سمجھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی فکر کا وہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.co
© rasailojaraid.co

دریچہ مدت سے بند کر رکھا ہے جہاں جھانک کر خدا کا نظارہ ممکن ہے۔
جب تک ہم مظاہر قدرت میں خدا کی کارفرمائی کا مشاہدہ کرنے کی عادت نہیں ڈالتے ہم معرفت الٰہی سے بے بہرہ رہیں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ بے یقینی ہے۔
تمام پیغمبروں کی دعوت کا انداز یہی رہا ہے کہ وہ انسان کو مظاہرِ قدرت پر متوجّہ کر کے خدا کی ذات پر ایمان لانے اور سوزِ یقین پیدا کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ ہمیں بھی قلوبِ انسانی کی تسخیر کے لئے اس پیغمبرانہ تکنیک کو اپنانا پڑے گا۔ انہیں پختہ یقین تھا کہ موجودہ دور میں لادینیت کا سب سے بڑا قلعہ سائنس ہے۔ جب تک ہم اس قلعہ کو فتح کر کے وہاں سے لادینیت کو نکال باہر نہیں کرتے اسلام ایک عالم گیر تحریک کی حیثیت سے دنیا میں نہیں ابھر سکتا۔ عقیدۂ توحید اسی صورت میں "یقین پر مجبور کرنے والی حقیقت" بن سکتا ہے جب اس کا رشتہ طبیعاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی علوم کے ساتھ جوڑ دیا جائے تاکہ ان علوم کی تمام دریافتیں خدا کے وجود کی زندہ شہادتیں بن جائیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی محبّت کا شدید داعیہ ودیعت کر رکھا ہے جو ہر آن اپنی تشفّی کے لئے مضطرب اور بیتاب ہے۔ رسول اور انبیاء انسان کی اسی فطرت کو پورا کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اور انہوں نے مظاہر فطرت میں انوارِ الٰہی کا مشاہدہ کرنے کو محبّت الٰہی کے جذبے کی پرورش کا ذریعہ بنایا۔ آج بھی محبّت الٰہی کے جذبے کو بیدار کرنے کا مؤثر طریقہ یہی ہے کہ انسان کو مظاہرِ فطرت میں خدا کی کارفرمائی کا مشاہدہ کروایا جائے تاکہ وہ اس کی قدرت اور ربوبیت کا صحیح معنوں میں قدر دان بن کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے لگے اور یہ ایک ایسے نظام تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہو سکے گا جو سائنس میں عقیدۂ توحید کی آمیزش سے دورِ حاضر میں تصوّف کا ایک نیا دبستان معرض وجود میں لائے تاکہ ان کے خزاں دیدہ گلشن میں محبّت کی آبیاری سے بہار آجائے۔

آج کل اصلاح معاشرہ کے لئے بہت سوچ بچار کی جا رہی ہے۔ لیکن ہمیں یہ جان لینا چاہیئے کہ خدا ترسی اصلاح معاشرہ کی پہلی شرط ہے جس کے

(باقی صـ۸ پر)

© rasailojaraid.com

ادراکِ حقائق میں عقل کی واماندگی

مولانا لطف الرحمٰن نبوی

زیرِ طبع کتاب "سیرۃ الخلیل" کے پہلے باب سے کا عنوانِ رابع

انسانی سیرت و کردار کے مضمرات کا جائزہ لینے کے بعد یہ سوال قدرتی طور پر اُبھر کر آدمی کو پریشان اور بے چین کئے رکھتا ہے کہ ایسی نازک صورتِ حال میں جبکہ انسانیت اپنی بداعمالی کی بدولت معرضِ ہلاکت میں پڑی اور تباہی کے دہانے پر کھڑی ہو عقل کا نور کیا اسے بدنصیبی کی اس تیرہ و تار وادی سے بچ نکلنے کی کوئی نہ کوئی سبیل ڈھونڈ نکالے اور کاروانِ وجود کو سلامتی کی راہ دکھادے اور پھر یہ سوال اس وقت اور بھی تیز و تند اور تیکھا بن جاتا ہے جبکہ عقل کی غرض و غایت کا تصور کیا جائے جو گم گشتگان کی راہ نمائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

بلاشبہ عقل انسانی بھلے بُرے کی تمیز کا ایک ایسا معیاری پیمانہ ہے جس کے احکام اٹل اور فیصلے دوٹوک ہوا کرتے ہیں تاہم ہر حال میں ہر قسم کے حقائق پر حاوی ہونا اس کے بس کی بات نہیں، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ عقل کو آئینے سے تشبیہہ دیتے ہیں جو معقولات کے ادراک میں انہیں شرائط کی محتاج ہے جو مادیات کی تصویر کشی میں آئینے کیلئے ضروری ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ کسی محسوس و مشاہد چیز کی تصویر کشی کیلئے آئینہ میں پانچ باتوں کا ہونا لازمی ہے۔

(۱) آئینے کا مادہ اصل استعداد سے گزر کر فعلی طور پر اس قدر صاف و شفاف ہو جو انعکاس کے لئے ضروری ہوتا ہے نہیں تو کسی کثیف مادے میں ...... آئینہ بننے کی ہزار صلاحیت بھی ...... فعلی طور پر کسی چیز کی تصویر حاصل کرنی ممکن نہیں

(۲) صفائی اور چمک دمک کے ساتھ ہر قسم کے داغ دھبے اور زنگ آلودگی سے محفوظ ہو ورنہ مطلوب میں خلل ہوگا۔

© rasailojaraid.com

(۳) جس چیز کی شکل و صورت لینی ہو آئینہ کے بالکل مقابل اور محاذاۃ میں رکھا ہو
(۴) اس چیز اور آئینے کے درمیان کوئی حائل اور حجاب نہ ہو۔
(۵) اگر آئینے میں کسی ایسی چیز کا دیکھنا مقصود ہو جو پیٹھ پیچھے یا سمت مقابل سے ہٹی ہوئی ہو تو ایسی چیز کی تصویر کشی کے لئے آئینے کی صحیح وضع اور استعمال معلوم ہو اور وہ یہ کہ ایک آئینہ تو اس کے مقابل رکھا جائے اور دوسرا اس پہلے آئینے کے مقابل اپنی بصارت کی زد میں۔ اس طرح سے مطلوبہ چیز کی تصویر اولاً پہلے آئینے میں اور وہاں سے آپ کے بالمقابل آئینے میں منتقل ہو کر آسانی سے دیکھی جاسکے گی۔

بعینہٖ اسی طرح حقائق اشیاء کے ادراک میں عقل کے لئے یہی پانچ شرطیں لابدی اور ناگزیر ہیں۔ چنانچہ ان میں سے کسی ایک کا فقدان بھی اس کو صحیح نتیجے پر پہنچنے سے باز رکھنے میں کافی ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ عقل ابھی ناقص ہو اور انعکاس کی پوری صلاحیت اس میں پیدا نہ ہوئی ہو جیسے شیر خوار بچے کی عقل کہ بدیہیات تک کے علم سے خالی ہوتی ہے یا یہ کہ مسلسل ہوس رانیوں سے اس پر ظلمتوں اور کدورتوں کی تہیں چڑھی ہوئی ہوں۔ جس کی وجہ سے اس کی جِلا اور صفائی باقی نہ رہی ہو یا دوسرے امور میں منہمک ہونے کی وجہ سے مطلوب کی طرف متوجہ نہ ہو یا وہ فاسد عقائد جو تقلید یا حُسنِ ظن کی بدولت پہلے سے اس میں رسوخ پا چکے ہوں انعکاس حقائق کے لئے حجاب بن گئے ہوں یا ہر مطلوب کے مبادیات کو مناسب ترتیب دینی نہ جانتا ہو۔

علاوہ ازیں جیسے کہ پچھلی بحث میں بھی حقیقت پر سے پردہ اٹھایا جاچکا ہے۔ کہ انسان سلسلۂ کائنات کی وہ درمیانی کڑی ہے جو بیک وقت اس کے دونوں سِروں یعنی مادیات و روحانیات کے اوصاف سے متصف ہے اور اس سے جملہ کیفیات اوپر نیچے کے دونوں عالموں میں برابر سرایت کرتی رہتی ہیں۔ لہٰذا اس کا دائرہ اثر اس حد تک وسیع ہے جو اس کے علم و ادراک کی زد سے قطعاً خارج ہے[1]۔ پھر اس

---

[1] بظاہر یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ دائرہ علم دائرہ اثر سے تنگ ہو لیکن یہ تعجب اس وقت بالکل کافور ہو جاتا ہے جبکہ دائرہ اثر کی سابقہ تفصیلات ملحوظِ خاطر ہوں یعنی یہ کہ انسان اپنے ہی اختیار سے کوئی عمل کر بیٹھتا ہے۔ اب اس عمل اور اس کے کرنے کا تو اس (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.co

سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اس کے قول و عمل سے عالم آخرت کی ایک ایسی زندگی بھی بنتی اور بگڑتی چلی جاتی ہے[1] جو اس کے تصور سے بھی وراء الوراء ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو پورا پورا علم اور احساس ہوتا ہے لیکن یہی عمل کائنات میں جہاں جہاں تک اور جس جس کیفیت سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر بیچارے کو اس کی مطلق خبر نہیں ہوتی

قرآنی آیات:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ٥ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ٥ (سورۃ البقرہ آیات ۱۱-۱۲)	"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔"
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ٥ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ٥ (سورۃ مریم آیات ۹۰-۹۱)	"کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔"

میں انہی باتوں کی صاف صاف جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ فطری صلاحیت و موہبت یا ریاضات و مجاہدات کے علی حسب المراتب اس سلسلے کی کمیت و کیفیت کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ مکاشفات سے متعلق ہے جو بن دیکھے طبع آزمائیوں کی جگہ نہیں ۔

[1] عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان اختلافِ ضابطہ کا یہ فرق ضرور موجود ہے کہ یہاں انسان کے کسی بھی عمل کا اثر اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتا۔ لیکن وہاں اس کے کسی بھی دنیاوی عمل کا اثر اس کی اپنی ذات سے متجاوز نہیں ہوتا۔ وہاں کا تو یہ حال ہے کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ٥ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ٥ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ٥ باقی رہا کسی کا کسی کے اعمال پر مؤاخذہ جیسے باپ کو اولاد کی معاصی پر سزا دی جائے یا کسی کا کسی کے نیک عمل سے منتفع ہونا کہ اس کی خاطر یا سفارش سے عذاب سے بچے یا انعام و اکرام (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com